© rasailojaraid.com

21. Schullian, "Libraries", p. 354

۲۲- انیس خورشید، عہد قدیم میں کتب خانوں کی تاریخ، ص ۲۰

23. Schullian, "Libraries" pp. 354—55

۲۴- محمد فاضل، کتب خانوں کی تاریخ، ملتان، بیکن بکس گلگشت، ۱۹۸۸ء، ص ص ۳۰-۲۹

Schullian, "Libraries", p. 354

25. Schullian, "Libraries", p. 355
Parker, "Libraries and Library Science", p. 969

26. Parker, "Libraries and Library Science", p. 969

27. Schullian, "Libraries", p. 355

28. *Ibid.* p. 355

29. *Ibid.* p. 355

30. *Ibid.* p. 355

۳۱- محمد فاضل، کتب خانوں کی تاریخ، ص ۴۱

32. Schullian, "Libraries", p. 354

۳۳- ایضاً ص ۳۵۵

33. *Ibid.* p. 355

34. *Ibid.* p. 355

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر ثریا ڈار*

اٹھارویں صدی عیسوی کا سیاسی پس منظر

اٹھارویں صدی عیسوی کی سیاسی زندگی کا آغاز محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء سے ہوتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کا سال وفات نہ صرف سلطنت مغلیہ کے لیے انحطاط و زوال کا پیش خیمہ تھا بلکہ برصغیر کی سیاسی بدامنی، معاشی و معاشرتی بدحالی اور اخلاق و مذہبی بے نظمی کا نقطۂ آغاز بھی ثابت ہوا۔ اس پرآشوب اور ہنگامہ خیز تاریخی دور میں بادشاہ اور ان کے وزیروں میں اتنی صلاحیت نہ تھی کہ اتنی بڑی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے سے بچا لیتے۔

مغلوں کے نظام شاہی میں انتہائی شائستگی، علمی اور سیاسی سربلندی کے باوصف یہ بہت بڑی کمزوری تھی کہ ولی عہدی اور تخت نشینی کے کسی قسم کے رسم و رواج اور قواعد و ضوابط نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مغلیہ سلطنت کا یہ دور مسلسل خون ریزیوں، سازشوں، شورشوں، بغاوتوں اور قتل و غارت کے لامتناہی واقعات پر مشتمل ہے کیونکہ شاہی خاندان میں تخت و تاج کے لیے جنگ و جدال، قتل و غارت اور حرب و ضرب کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ بقول لین پول ''اپنے پیش رو کا وارث اپنے عزیزوں کے خون میں سے گزر کر تخت تک پہنچتا تھا۔ تقریباً ہر بادشاہ کو اپنے نہایت قریبی رشتہ داروں کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑے۔''[۲]

ہندوستان کے سب سے پہلے مغل بادشاہ بابر نے اس فطری خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے جانشین ہمایوں کو یہ نصیحت کی تھی: ''اپنے بھائیوں کا خون نہ بہانا لیکن ان پر نگاہ محتاط ضرور رکھنا''[۳] لیکن ہمایوں کے غیر ذمہ دار اور ناقابل اعتبار بھائی اس کی راہ میں کانٹے بن کر حائل ہوتے رہے اور اس کے لیے مشکلات اور مصائب کا باعث بنتے رہے۔ جہانگیر کے بھائی غرق مے ناب ہونے کے باعث پہلے ہی راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔ اس لیے اسے مغلیہ تاج و تخت کی حفاظت کے لیے اپنے ہی نافرمان بیٹوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ اس نے اپنے

* شعبہ عربی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑے فرزند خسرو کو بڑی سنگ دلی سے مروا ڈالا ۔ جہانگیر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہجہان تخت نشین ہوا تو اس کے حکم کے مطابق تخت و تاج کے ہر ممکنہ دعوے دار کو ختم کر دیا گیا ۔ اس حکم کے تحت شہریار اور خسرو کے ایک ایک بیٹے اور دانیال (اکبر کا بیٹا) کے دو بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور خود شاہجہان نے شہریار کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی ۔ اسی طرح شاہجہان کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب عالمگیر سریر آرائے سلطنت ہوا ۔ اورنگ زیب عالمگیر محنتی ، دور اندیش ، پختہ کردار اور انتظامی بصیرت کا حامل تھا ۔ اس نے اپنے بعد سلطنت مغلیہ کی جڑوں کو مضبوط رکھنے کے لیے ہندوستان کی وسیع و عریض سلطنت کو اپنے تینوں بیٹیوں (محمد معظم ، محمد اعظم شاہ ، محمد کام بخش) میں تقسیم کرکے ان کو تخت نشینی کی جنگ سے بچانے کا انتظام کر لیا تھا ۔ اورنگ زیب نے اپنی وفات سے چند روز قبل کام بخش کو بیجاپور کا وائسرائے مقرر کرکے فوج سمیت ۲۰ فروری کو وہاں روانہ کر دیا اور شہزادہ اعظم کو مالوہ کی گورنری دے کر بھیج دیا ۔ سب سے بڑا شہزادہ معظم ان دنوں کابل میں وائسرائے کے عہدے پر فائز تھا کیونکہ اورنگ زیب کو یہ یقین تھا کہ میرے مرنے کے بعد تینوں شہزادے تاج و تخت سے بے نیاز ہو کر رعایا کی فلاح و بہبود میں مصروف ہو جائیں گے لیکن شہنشاہ شاید یہ بھول رہا تھا کہ انسان کے حوصلے سمندر کی سرکش موجوں کی مانند ہوتے ہیں جن کو کبھی سکون میسر نہیں ہوتا اور پھر تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ شہنشاہ اس فریب میں کیسے مبتلا ہو گیا کہ اس کے بیٹے چین سے بیٹھ جائیں گے ۔

شہزادوں نے اپنے اسلاف کی اس روش کو ترک کرنا گوارا نہ کیا ۔ اورنگ زیب کی آنکھیں بند ہوتے ہی فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور شہزادوں کی ہوس اقتدار نے بھائیوں کو جانی دشمن بنا دیا ۔ انھوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں اور تخت و تاج کے حصول کے لیے برسر پیکار ہو گئے ۔ لہٰذا ۱۸ جون ۱۷۰۷ء کو دھول پور اور آگرہ کے درمیان بمقام جاجو اعظم شاہ اور محمد معظم کی افواج کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی ۔ اعظم شاہ کو شکست ہوئی ، وہ اور اس کا بیٹا بیدار بخت میدان میں کام آئے کیونکہ جنگ کے دوران میں بہت سے راجپوت سپاہی اور ذوالفقار خان ، اعظم شاہ کا ساتھ چھوڑ گئے تھے ۔ اعظم شاہ کا دوسرا لڑکا والا جاہ بھی شدید زخمی ہوا چنانچہ خونریز جنگ ، قتل و قتال اور تباہی و بربادی کے بعد محمد معظم ، بہادر شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا ۔ اس کے بعد بہادر شاہ نے اودھے پور اور جودھ پور کے سرکش اور باغی راجاؤں کو مطیع و فرمانبردار بنایا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسرا بھائی کام بخش جو بیجاپور میں وائسرائے بن کر گیا تھا ، اس نے وہاں پہنچتے ہی باپ کی موت کی خبر سننے کے بعد رسم تاج پوشی ادا کی اور بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ وہاں وہ خود ساختہ بادشاہ کی حیثیت سے اپنی من مانی کارروائیاں کرنے میں مصروف تھا۔ بہادر شاہ نے ۱۷ مئی ۱۷۰۸ء کو نربدا عبور کرنے کے بعد کام بخش کو صلح و آشتی کا پیغام روانہ کیا مگر کام بخش نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا ۔ جونہی بہادر شاہ حیدر آباد کے قریب پہنچا وہ سب لوگ ، جن پر کام بخش نے ظلم و ستم ڈھائے تھے ، بہادر شاہ کی فوج میں شامل ہوگئے ۔ ۱۳ جنوری ۱۷۰۹ء کو کام بخش کے پاس صرف ساڑھے تین سو سپاہی رہ گئے ، جن پر بہادر شاہ کے پچیس ہزار سپاہیوں نے حملہ کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا ، جو بچ گئے تھے ، انھوں نے ہتھیار ڈال دیے ۔ شہزادہ کام بخش شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس جہان فانی سے کوچ کر گیا ۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر چکی تھی ۔

پھر بہادر شاہ ، کام بخش کی کوششوں کو ناکام بنانے اور دکن کے حالات پر قابو پانے کے بعد مئی ۱۷۱۰ء میں راجپوتانہ پہنچا ۔ ابھی وہ اجمیر میں ہی مقیم تھا کہ اسے سرہند میں سکھوں کے فتنہ و فساد برپا کرنے کی خبریں ملیں ۔ بہادر شاہ ۲۷ جون ۱۷۱۰ء کو اجمیر سے روانہ ہو کر ۴ دسمبر کو ساڈھودا پہنچ گیا اور سکھوں کی بغاوتوں اور شورشوں کو فرو کرنے کے بعد لاہور پہنچا ۔ ۱۷ اگست ۱۷۱۱ء میں اس نے لاہور سے باہر اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ پڑاؤ کیا ۔

بہادر شاہ کے مختصر دور حکومت کے پانچوں سال (۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء) راجپوتانہ کے سرکش ہندوؤں اور شورش پسند سکھوں کے خلاف جنگ کرنے میں گزر گئے چنانچہ دست بے داد اجل نے اس کو زیادہ مہلت نہ دی اور اس کو زندگی کی آغوش سے چھین کر قبر کے خلوت کدے میں پہنچا دیا ۔

بہادر شاہ کی وفات کے بعد حسب روایت اس کے چاروں بیٹوں (جہاندار شاہ ، عظیم الشان ، رفیع الشان ، جہان شاہ) کے درمیان برادر کشی کا سلسلہ شروع ہوا ۔ اس کے نالائق اور نکمے لڑکے معزالدین جہاندار شاہ نے اقتدار کے نشے میں باقی بھائیوں کو ٹھکانے لگا کر تخت طاؤس پر قدم جما لیے ۔ سب سے پہلے وہ اپنے بھائی عظیم الشان والی بنگال سے نبرد آزما ہوا اور امیرالامراء ذوالفقار خان جیسی مدبر شخصیت کے ذریعے اپنے دونوں بھائیوں کو حکومت میں شرکت کا لالچ دے کر عظیم الشان کے خلاف متحد ہونے پر آمادہ کر لیا تھا ۔ اس دوران میں مختلف امراء مختلف شہزادوں سے گٹھ جوڑ کرنے میں مصروف تھے ۔ سب سے پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تینوں شہزادوں نے عظیم الشان کے خیمے کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۵ مارچ کو جنگ کا آغاز ہوا اور ۱۷ مارچ کو عظیم الشان پر دوسرا حملہ ہوا۔ یہ حملہ اس قدر خوفناک اور ہلاکت خیز تھا کہ عظیم الشان کے پاس صرف دو ہزار سپاہی رہ گئے۔ جنگ کے دوران میں توپ کا ایک گولہ عظیم الشان کے ہاتھی کو لگا۔ زخمی ہاتھی بھاگتا ہوا دریائے راوی کی دلدل میں کود گیا۔ اس طرح ہاتھی کے ساتھ خود عظیم الشان بھی دلدل میں پھنس کر ہلاک ہوگیا۔ اس فتح و نصرت کے بعد معزالدین اپنے دونوں بھائیوں اور ذوالفقار سے کیے گئے وعدے بھی بھول گیا۔ عظیم الشان پر فتح پانے کے بعد تینوں بھائیوں میں مال غنیمت کی تقسیم پر تنازعہ ہوگیا اور وہ پورے ملک کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ جہان شاہ کے ساتھ امیر خان، رستم دل خان اور رحمت خان جیسے امراء تھے جنھوں نے معزالدین کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ (۲۹ مارچ ۱۷۱۲ء/۱۹ صفر ۱۱۲۴ھ کو جنگ کا آغاز ہوگیا۔ دو دن پھر لڑائی ہوتی رہی، قتل و غارت اور کشت و خون کا بازار ایسا گرم ہوا کہ ہر دو فریق کے سپاہیوں کی آنکھوں میں نفرت و حقارت کا لاوا دہکنے لگا۔ تین روز تک میدان کارزار گرم رہا۔ چوتھے دن جہان شاہ کا زوال یقین میں بدل گیا،[۳] جہان شاہ، ذوالفقار خان کے آدمیوں کی گولی کا نشانہ بن گیا۔

رفیع الشان، جو جہاندار شاہ اور جہان شاہ کے تنازعہ میں اب تک غیر جانب دارانہ طرز عمل اختیار کیے ہوئے تھا، نے اپنے ایک خاص خواجہ سرا کو جہاندار شاہ کے پاس اس فتح کی مبارک دینے کے لیے بھیجا اور ساتھ ہی جہاندار شاہ کو پیغام بھیجا کہ چونکہ وہ ابھی تک اپنے معاہدے پر قائم ہے اور کسی طرح بھی عہد شکنی نہیں کی، لہذا اب اس کا کیا ارادہ ہے؟ جب قاصد جہاندار شاہ کے خیمے میں پہنچا تو فاتح جہاندار شاہ جو رات بھر عیش و نشاط میں ڈوبا رہا تھا، اس کی آنکھ لگ گئی۔ ذوالفقار خان بھی خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ قاصد ایک دوسرے امیر کوکلتاش کے پاس پہنچا جو ابھی بیدار تھا۔ اس نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"تم بڑے احمق معلوم ہوتے ہو کہ پیغام تہنیت لے کر آئے ہو۔ عظیم الشان اور جہان شاہ کے انجام سے تمھارے مالک کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ شاید تم جہان شاہ کو دیکھنے آئے ہو، جاؤ ان باپ بیٹوں کی لاشوں کو ادھر جا کر دیکھ لو اور اپنے آقا سے کہہ دو کہ یہ اس کے لیے ایک قسم کا انتباہ ہے۔"[۴]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواجہ سرا نے واپس آ کر رفیع الشان کو سب کچھ کہہ سنایا ۔ یہ سن کر وہ غصے میں آگ بگولا ہو گیا ، خواب غفلت سے بیدار ہو کر آمادۂ پیکار ہوا اور مسلح ہو کر بنفس نفیس اپنے رفیقوں کے ہمراہ معزالدین جہاندار کے دربار میں پہنچ گیا ۔ دونوں فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی ۔ رفیع الشان کے بیشتر سپاہی ، امراء اور رفقاء مارے گئے ۔ وہ خود بھی زخموں سے چور چور تھا لیکن اس نے ہاتھ سے تلوار نہ چھوڑی، بالآخر داد شجاعت دے کر جاں بحق ہو گیا۔ یوں تینوں بھائیوں کے خون کی قیمت پر جہاندار کا تخت و تاج بحال ہو گیا ۔

جہاندار کے تخت نشین ہوتے ہی وزیر ذوالفقار خان نے اپنے اور معزالدین کے دشمنوں سے گن گن کر بدلے لیے ۔ اس دوران میں عظیم الشان کے سب سے بڑے لڑکے محمد کریم کو بھی وحشیانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اپنے خاص خاص لوگوں کو اعلیٰ عہدوں اور مناصب جلیلہ پر فائز کیا ۔ اپنے رضاعی بھائی کوکلتاش کو ”جہاں بہادر“ کا خطاب دیا ۔ وہ اس پر اس قدر مہربان تھا کہ روزانہ اس کے اقتدار اور منصب میں اضافہ کرتا رہتا ۔ لال کنور (طوائف) کے عشق کا جادو بھی شہنشاہ ہند کے دل و دماغ میں اس حد تک سرایت کر گیا کہ اس کے بھائی خوشحال خاں کو ہفت ہزاری اور دوسرے بھائی نعمت خاں کو پنج ہزاری کے رتبے تک پہنچا دیا اور خود اس قدر فریفتہ تھا کہ اس کی ہر خواہش کو پورا کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ لال کنور کے تینوں بھائیوں کو قسمت خان ، نامدار خان اور خانہ زاد خان کے خطابات سے نوازا گیا ۔ حالانکہ یہ خطابات صرف امراء و رؤساء اور صاحب صلاحیت لوگوں کے لیے مخصوص تھے ۔ جب اس منصب جلیلہ اور جود و سخا سے بھی مطمئن نہ ہوا تو اکبر آباد کے ایک ممتاز اور نامور امیر کو معزول کرکے اس کی جگہ خوشحال خان کو صوبیدار مقرر کر دیا ، لیکن شہنشاہ ہند کی جانب داری اور ایک اجنبی شخص کو اس منصب پر فائز کر دینے پر دربار میں ہنگامہ برپا ہو گیا :

”ذوالفقار خان نے سند جاری کی اور لطیفہ کے طور پر درخواست حق التحریر کی ، پانچ ہزار ڈھل اور سات ہزار طنبورے پیش کیے جائیں ۔ خوشحال خان کو تمسخر سے صدمہ پہنچا ۔ چنانچہ اس نے لال کنور کی معرفت اس بات کی اطلاع شہنشاہ کو دی ۔ شہنشاہ اگرچہ ذوالفقار خان کا سراپا احسان مند تھا لیکن جب لال کنور نے اس استہزاء کی اطلاع دی تو اس نے سپہ سالار ذوالفقار (وزیر) کو اپنے روبرو طلب کیا اور دھیمے لہجے میں اس سے خوشحال خان کی سفارش کی اور کہا مجھے یقین ہے کہ تم نے ڈھل اور طنبوروں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درخواست از راہ مذاق کی ہے ۔ وزیر الممالک نے کہا ، حضور اسے مذاق یا شوخی تصور نہ فرمائیں بلکہ حقیقت ہے ۔ بندوبست امور سلطنت خانہ زادان موروثی کا کام ہے مگر قوال اور رقاصوں کی رعایت ڈھب سے کرنی چاہیے ، جب کلاونت صوبہ داری کے فرائض سرانجام دیں گے تو خانہ زادان موروثی کس مرض کی دوا میں کام آئیں گے ۔ میں نے خوشحال خاں سے محض اس مقصد کے تحت اتنے ہزار ڈھل اور طنبورے طلب کیے تھے تاکہ معزول شدہ صوبے داروں اور سپہ سالاروں میں تقسیم کر سکوں کیونکہ انھیں اسی طرح جینے کا حق ہے ، جس طرح دوسروں کو ۔''۵

یہ جواب سن کر معزالدین جہاندار شاہ نے شرم و ندامت کے مارے اپنا سر جھکا لیا اور اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا ۔

سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد شہنشاہ ہند ہر وقت شراب کے نشے میں دھت پڑا رہتا تھا ۔ اس نے رزم کے ہنگاموں سے بچ کر بزم نشاط کو آراستہ کیا ۔ رات کے وقت محل میں میراثی ، بھانڈ اور رذیل لوگوں کا اجتماع ہوتا ، پھر شراب نوشی کے بعد خوب ہنگامہ اور شور و غل ہوتا ۔ یہ سب نازیبا حرکات لال کنور کے لیے کی جاتیں ۔ لال کنور کی دلجوئی یہاں تک کی گئی کہ :

''ایک روز جہاندار شاہ اور لال کنور محل کی چھت سے دریا کا نظارہ کر رہے تھے کہ ایک کشتی مسافروں سے بھری ہوئی دریا پار جا رہی تھی محبوبہ نے خواہش ظاہر کی کہ میں نے سواریوں سے بھری کشتی ڈوبتے ہوئے نہیں دیکھی ، شہنشاہ کا اشارہ کافی تھا ۔ ملاحوں کو حکم دیا گیا ۔ سواریوں سے بھری ہوئی کشتی منجدھار میں لا کر غرق کر دی گئی ۔''۶

اور اس طرح ڈوبتے ہوئے بے بس انسانوں کی دریائی لہروں سے آخری کش مکش کے دردناک منظر سے محبوبہ کی ایک احمقانہ خواہش کو پورا کیا گیا ۔

جہاندار کے تخت نشین ہونے پر یہ محسوس ہونے لگا کہ شمشیر و سناں کا دور ختم ہو چکا ہے اور طاؤس و رباب کا زمانہ آ گیا ہے ۔ مغل بادشاہ حکومت کے اہم کاموں کو فراموش کرکے کس طرح عورت اور شراب میں ڈوب گئے تھے ۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''ایک دفعہ لال کنور اور مغل شہنشاہ ایک رتھ میں بیٹھ کر سیر کرنے گئے ۔ واپسی میں لال کنور اپنی ایک سہیلی کے ہاں اتری ۔ جہاندار بھی ساتھ تھا ۔ دونوں نے خوب شراب پی اور نشہ میں دھت قلعے میں واپس آئے ۔ لال کنور کے ملازموں نے اسے اتار لیا اور جہاندار شاہ رتھ میں ہی پڑا رہا ۔ بہت دیر بعد جب اس کی تلاش کی گئی تو دو میل دور رتھ میں بے ہوش پایا گیا ۔''[۷]

اس ایک سال کے دور حکومت میں بادشاہ محض کٹھ پتلی تھا اور سلطنت کے کلی امور پر وزیر ذوالفقار علی حاوی تھا ۔ گویا جہاندار شاہ کی تخت نشینی ہی مغلوں کے زوال و انحطاط کا نقطہ آغاز تھی ۔ اس کے ایک سالہ دور حکومت میں عیش و نشاط ، ظلم و ستم اور بے نظمی اپنے عروج پر پہنچ گئے تھے ۔ سلطنت میں ذہین و فطین اور عالم و فاضل لوگوں کو معزول کرکے ان کی جگہ بھانڈوں ، مسخروں ، مغنیوں ، میراثیوں اور طوائفوں کو دے دی گئی ۔ اس طرح اس زمانے میں نااہلوں کو عروج حاصل ہوا کہ : ''باز کے آشیانے میں چغد آباد ہو گئے اور بلبل کی جگہ زاغ و زغن نے لے لی ۔''[۸]

وہ حکومت جس کی بنیادیں کمزور ہو چکی تھیں ، وہ کب تک چل سکتی تھی ۔ ابھی ظلم و ستم اور برادر کشیوں کا ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر جو اپنے باپ کا انتقام لینے کے درپے تھا ، سادات بارھہ کے دو سید بھائیوں عبداللہ خان اور سید حسین علی خان کی امداد سے بنگال سے ایک لشکر جرار لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہوا اور چچا (جہاندار شاہ) کے اقتدار کا تختہ الٹنے کے لیے ۱۰ جنوری ۱۷۱۳ء میں شہر سے باہر بمقام آگرہ نبرد آزما ہوا ۔ جہاندار شاہ اس دوران میں بھی اپنی داشتہ لال کنور سے مشورے لیتا رہا ۔ فرخ سیر کی افواج کے کے تیروں کی بوچھاڑ سے معزالدین کی فوج میں بھی ہلچل مچ گئی ۔ لال کنور اور اس کے ہمراہی خواجہ سراؤں کے ہاتھی صدمہ تیر کی تاب نہ لا کر میدان جنگ چھوڑ گئے ۔

معزالدین ناکام و نامراد اپنی داشتہ کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا ۔ آگرے سے باہر نکل کر اس نے داڑھی مونچھیں صاف کیں ، بھیس بدلا اور لال کنور کے ساتھ ایک بیل گاڑی میں سوار ہو کر دلی روانہ ہوگیا ۔ وہاں سے وہ ذوالفقار کے باپ اسد خان سے پناہ کا طلب گار ہوا لیکن ذوالفقار نے باپ کے حکم کے مطابق اس کو گرفتار کرکے فرخ سیر کے حوالے کر دیا ۔ اس کی یہ حرکت بھی اس کو فرخ سیر کے ہاتھوں سے نہ بچا سکی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیارہ فروری اتوار کے دن فرخ سیر جب دہلی کے قریب پہنچا تو اس کا اشارہ پاتے ہی راجپن قلماق ، بہادر دل خان اور دوسرے آدمی چاروں طرف سے ذوالفقار خاں پر ٹوٹ پڑے ۔ اس کو زمین پر گرایا ۔ اس کی گردن کے گرد تسمہ ڈال کر اسے مار ڈالا ۔ کچھ لوگ اس کے سینے پر چڑھ گئے یہاں تک کہ اس کی آخری سانس بھی ٹوٹ گئی ۔ پھر اس کی یقینی موت کے لیے اس کے جسم میں خنجر گھونپے گئے ۔ اس کے پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے ۔ اس کو عوام الناس کے سامنے گھسیٹ کر باہر لایا گیا"۹ ۔ "محرم کی سولہ تاریخ اتوار کے دن فرخ سیر کے حکم سے معزالدین جہاندار کو بھی پھانسی کا پھندا دے دیا گیا ۔"۱۰

اس قتل و خون کے بعد فرخ سیر بہ تجمل تمام قلعہ شاہجہان آباد میں داخل ہوا ۔ لوگوں کو اب پختہ یقین تھا کہ اب ان کی نگاہیں مزید ہولناک منظر نہیں دیکھیں گی لیکن جونہی وہ محل میں آیا اور تخت طاؤس پر قدم رکھے تو اس نے حسب ذیل فرمان جاری کیا :

"معزالدین جہاندار شاہ کا سر نیزے پر اور اس کی لاش ہاتھی پر اور اس ہاتھی کی دم سے ذوالفقار خان کی لاشیں الٹی لٹکا کر تمام شہر میں گھمائی جائیں اور پھر دونوں لاشوں کو تشہیر کے بعد قلعے کے دروازے پر ڈال دیا جائے ۔"۱۱

جب وہ اس فرمان پر بھی مطمئن نہ ہوا تو اس نے ایک اور فرمان جاری کیا :

"آصف الدولہ اسد خان کو گرفتار کرکے پالکی میں سوار کیا جائے اور اس کے جسم پر وہی کپڑا رہے جو اس وقت وہ زیب تن کیے ہوئے ہے ۔ اسی حالت میں وہ اسی ہاتھی کے پیچھے ہو جس پر لاشیں رکھی ہوئی ہوں نیز اس کے خاندان کی خواتین نقاب میں علیحدہ گاڑی پر سوار ہو کر ساتھ ساتھ جائیں ۔ شہر کا گشت کرنے کے بعد اس کو خان جہان بہادر کے محل میں قید کیا جائے اور کل زر و مال ضبط ہو۔"۱۲

یہ اندوھناک اور غمناک جلوس دلی کی بڑی بڑی سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے عبرت ناک منظر پیش کر رہا تھا ۔ گویا فرخ سیر کی حکومت کا پہلا دن کشت و خون سے شروع ہوا ۔ اس کے عتاب کا پہلا نشانہ ذوالفقار خان ہی نہ تھا بلکہ اور بھی قدیم امراء اور رؤساء اس کے ہاتھوں راہی ملک عدم ہوئے۔وہ اپنے اقتدار کی ہوس میں اس قدر اندھا ہوگیا تھاکہ اس کے خیال کے تحت کہ سید برادران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہیں شاہی کنبے سے شہزادے کو تخت نشین کرنے کی سازش نہ کریں ، اس نے شاہی افراد خانہ کو محبوس کر دیا ۔ گویا شہزادے بھی اس کے عتاب سے نہ بچ سکے :

''اس نے معزالدین کے بیٹے اعزالدین عالی تبار ولد اعظم شاہ اور اپنے دس سالہ بھائی ہمایوں بخت کو محل سے تری پولیہ کے قید خانے میں منتقل کیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیں ڈال کر ان کی آنکھیں نکلوا دیں ۔''۱۴۳

فرخ سیر کے تخت طاؤس پر اقتدار حاصل کرنے کے پہلے دن ہی اس طرح خونریزی اور کشت و خون سے ہر چھوٹے بڑے کے ذہن میں ڈر اور خوف کے ایسے بادل چھائے ہوئے تھے کہ سب موت کے خوف سے ڈرنے لگے تھے اور سب کے آنکھوں میں موت کی پرچھائیاں رقص کرنے لگی تھیں ۔ ''جب لوگ دربار میں حاضری دینے کے لیے گھروں سے رخصت ہوتے تو رسمی طور پر بیویوں اور بچوں کو خدا حافظ کہتے اور جب وہ دربار میں اپنے فرائض انجام دے کر زندہ و سلامت گھر پہنچتے تو نہ صرف سکون کا سانس لیتے بلکہ اپنی جان کا صدقہ بھی غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرتے ۔''۱۴۴

فرخ سیر کی یہ حکومت کلیۃً سادات بارھہ کے دو سید بھائیوں حسین علی خان اور حسن علی خان کی رہین منت تھی اور وہی سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک ہو رہے تھے ۔ بادشاہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی اور برائے نام تھا ۔ اس بات کو مرکزی حکومت کی کمزوری پر محمول کرتے ہوئے سکھوں ، راجپوتوں اور مرہٹوں نے بغاوتیں شروع کر دیں ۔ لوٹ مار اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا لیکن سادات بارھہ نے ان کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا تاکہ بوقت ضرورت ان سے مدد لی جا سکے ۔ سکھوں کا پیشوا بندہ بیراگی شاہی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوا جس کے باعث سکھ پھر سر اٹھانے کے قابل نہ رہے ۔ سادات بارھہ نے اگرچہ بادشاہ بنتے ہی ان تمام اختیارات کے حصول کے لیے جد و جہد شروع کر دی ، جو ذوالفقار خان نے جہاندار شاہ کے عہد میں حاصل کر لیے تھے لیکن فرخ سیر اپنی اس نوجوانی کے عالم میں بادشاہ کے صحیح مقام کے حصول کے لیے کوشاں تھا ۔ لتیجۃً ہوس اقتدار نے فرخ سیر کو سادات بارھہ سے لڑا دیا ۔ اب کوئی موقع ایسا نہ گزرتا ، جس میں اگر سادات بارھہ کوئی مشورہ دیں تو فرخ سیر اس کی مخالفت نہ کرے یا اگر فرخ سیر کوئی سفارش پیش کرے تو سادات بارھہ اس کی سفارشوں کو مذاق سمجھ کر نہ ٹال دیں ۔ ابتدائی ایام انہی لڑائی جھگڑوں اور مصالحت میں گزر گئے ۔ کچھ عرصے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرخ سیر نے سادات بارھہ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا دیا ۔ اس کی کوشش تھی کہ کسی طرح سادات بارھہ کے اثر سے نکل کر زمام حکومت خود سنبھال لے ۔

اگرچہ فرخ سیر نے سید عبداللہ کو وزارت کے ساتھ قطب الملک ظفر جنگ سپہ سالار اور سید حسین علی کو خازن اعلی کا عہدہ اور امیرالامراء فیروز جنگ کا خطاب دیا ۔ اسی طرح محمد امین خان ، عبدالصمد خان ، راجہ جے سنگھ لوائی ، سید خان جہان بڈھا، میر جملہ، قلیچ خاں اور دیگر ساتھیوں کو بھی اعلیٰ عہدے پر فائز کیا لیکن وہ سادات بارھہ کے گٹھ جوڑ سے بھی بے خبر نہ رہتا تھا ۔

دراصل فرخ سیر کے ارکان سلطنت کی بدنامی کا سبب یہ تھا کہ فرخ سیر عقل سے مطلق بے بہرہ اور پست ہمت تھا ۔ اس میں جوانی کے جوش اور قوت فیصلہ کی کمی تھی ۔ وہ سلطنت کے کاموں کو حسن و خوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی بجائے الجھا دیتا تھا ۔ میر جملہ جیسے طمع اور حسد کرنے والے نااہل لوگوں کو کل افراد پر فوقیت دیتا تھا ، جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ناتجربہ کار ہونے کے باعث امور مملکت سے قطعاً بے گانہ تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ فرخ سیر میں سیرت و کردار کی کچھ اعلیٰ خوبیاں بھی موجود تھیں جن کی بنا پر مؤلف راحت افزا اس کو ''شہریارے نیکو اطوار و جہاں دارے''[۱۵] لکھتا ہے :

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ: ''جب تک آپ کے والد بقید حیات رہے، فرخ سیر پر آنچ نہ آنے دی ۔ جو لوگ بادشاہ کی مسند الٹنے کے درپے تھے، آپ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم نے ان سے فرمایا تھا :

''برائے من این را همچنین بگذارید ۔''[۱۶]

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ سید بھائیوں کے چنگل میں اس بری طرح سے پھنس گیا تھا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لا سکا ۔ اس نے ملک کی سیاسی و انتظامی بدحالی کو دیکھتے ہوئے اور اپنی بے بسی کا احساس کرتے ہوئے کئی مرتبہ سید بھائیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا ۔ بالآخر دونوں بھائیوں نے اس کو اپنی راہ میں خطرہ سمجھتے ہوئے یہ کانٹا بھی نکال ہی دیا ۔ ۲۷ فروری ۱۷۱۹ء کو سید عبداللہ نے رنجیت سنگھ کے ہمراہ دربار شاہی میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن فرخ سیر کی افواج نے مزاحمت کی ۔ دوسرے دن پھر بعض امراء نے محل میں داخل ہونے کی ناکام کوشش کی ۔ فرخ سیر اس دوران میں اپنے حرم میں خلوت نازنیناں میں چھپا ہوا تھا کہ افغان سپاہیوں کے ایک دستہ نے محل میں گھس کر فرخ سیر کو حرم سے باہر نکالا :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اس کو تخت سے گھسیٹ کر اتار دیا گیا ۔ حالت یہ تھی کہ ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا اور اس پر لاتوں ، گھونسوں اور گالیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی ۔ اس قدر زد و کوب کے بعد اس کو قید کر دیا گیا ، فاقے دیے گئے ، بصارت سے محروم کر دیا گیا اور زہر دیا گیا۔ "[۱۷]

آخر ۲۸ اپریل ۱۷۱۹ء کو اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا ۔ میر تقی میر نے فرخ سیر کے نابینا ہونے پر یہ شعر کہا تھا :

"شہاں کہ کحل جواہر تھی خاک پا جن کی
انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں"[۱۸]

اس طرح اس کا سات سالہ دور حکومت انجام کو پہنچا ۔ اس دوران میں نظم و نسق کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور چہار سو بدعنوانیوں کا دور دورہ تھا ۔ اس کے عہد میں جاٹ قوم کے سردار چوراسن نے شورشوں اور بغاوتوں کا طوفان برپا کیا ہوا تھا ۔ مرہٹوں نے بھی طوفان بے تمیزی پیدا کیا ہوا تھا ۔ ان حالات میں سادات بارھہ نے سلاطین سے رفیع الشان کے بیٹے رفیع الدرجات کو پکڑ کر تخت نشین کر دیا لیکن افیون کے نشے اور شراب کی کثرت کے باعث شہزادے کو چند دن کی حکومت نصیب ہوئی ۔ اس کے بعد اس کے بھائی رفیع الدولہ کو تخت نشین کیا گیا ۔ وہ بھی منشیات کے بکثرت استعمال سے چند روز بعد راہی ملک عدم ہوا ۔ اب سادات بارھہ نے بہادر شاہ کے ایک پوتے روشن اختر محمد شاہ کو قید سے نکال کر تخت نشین کیا ۔ سید برادران کے ہاتھوں چھ ماہ کے عرصے میں تین بادشاہوں کے عزل و نصب کی وجہ سے یہ "بادشاہ گر" سید مشہور ہوئے ۔ سادات بارھہ نے اسی اثنا میں مکمل اقتدار حاصل کر لیا تھا ۔ وہ جفا کش ، بہادر اور دلیر سپاہی ضرور تھے لیکن سیاسی نظریات سے یکسر عاری تھے ۔

اورنگ زیب عالمگیر کی زندگی میں ہی مغلوں کی عظیم الشان سلطنت کی طنابیں کٹنے لگی تھیں لیکن شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر محنتی ، بہادر ، دور اندیش ، مضبوط کردار اور باتدبیر جرنیل تھا ۔ ناقابل شکست ، مرعوب کن شخصیت اور اعلیٰ تنظیمی اور جنگی صلاحیتوں کے باوصف اس نے اپنی حکمت عملی اور تدبر سے کام لے کر عظیم الشان مغلیہ سلطنت کے زوال و انحطاط کے آثار نمایاں نہ ہونے دیے ۔ اورنگ زیب کے بعد جتنے بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوئے وہ سب کے سب اس سے بہت کم صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اورنگ زیب کے بعد دس سال کے عرصے میں تخت کی وراثت پر سات بار لڑائی ہوئی جس سے زوال کی رفتار تیز ہو گئی ۔ اس لحاظ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد شاہ کا عہد مغلیہ دور حکومت کی تباہی و بربادی کا مکمل نمونہ ہے۔ محمد شاہ نے ۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء تک حکومت کی۔ اس کا پورا دور انتشار و اضطراب، لکبت و ادبار اورزوال و انحطاط کی طویل داستان ہے۔ مرہٹوں اور جاٹوں کی تباہ کاریاں، نادر شاہ کا دلی میں فتنہ و فساد اور قتل و غارت کرنا، احمد شاہ ابدالی کا حملہ اور قتل عام، یہ سب محمد شاہ کے عہد میں ہی ہوئے۔ درباری سازشیں ایرانی و تورانی گروہوں کے اقتدار کی جنگ بھی زوال کی رفتار کو تیز تر کرنے کی ذمہ دار ہے۔ ایک طرف مغل حکومت کی دشمن طاقتیں ان کے خلاف متحد تھیں تو دوسری طرف خود حکومت انتشار و خلفشار کا شکار تھی۔ ان وجوہات کے باعث مغل حکومت لاچار اور بے بس ہوگئی۔

محمد شاہ لہو و لعب کا دلدادہ اور ملکی امور سے غافل تھا۔ اس کے اطوار نہایت ناپسندیدہ تھے۔ یہ اپنی رنگ رلیوں اور عیش و طرب کی محفلوں میں زیادہ وقت گذارنے کی وجہ سے محمد شاہ رنگیلے کے نام سے پکارا جانے لگا۔ سادات بارھہ محمد شاہ رنگیلے کو تخت نشین کرنے کے بعد یک گونہ پرسکون اور مطمئن ہوگئے۔ اب بھی سید برادران کی گرفت حکومت پر بدستور قائم تھی لیکن آہستہ آہستہ نظام الملک کے مالوہ کے ساتھ دونوں بھائیوں کے تعلقات ناخوشگوار ہوگئے۔ محمد شاہ جانتا تھا کہ جب تک سید بھائیوں سے گلو خلاصی نہیں ہوگی، نہ تو وہ پرسکون ہو کر کوئی کام کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی جان اور عزت و ناموس کی حفاظت کر سکتا ہے۔ کیونکہ محمد شاہ، سادات بارھہ کی سفاکانہ خود غرضیوں، بے رحمانہ دست درازیوں اور قتل و غارت و خونریزی کا عالم دیکھ چکا تھا، اس لیے اس نے امراء خصوصاً نظام الملک اور اعتمادالدولہ امین خان (وزیر) کی مدد سے ان کا زور توڑا۔ یہاں تک کہ ان کا بالکل خاتمہ کر دیا اور نتیجۃ سید برادران کا آہنی شکنجہ ہٹنے کے بعد محمد شاہ کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ وہ ہر قسم کی نحوست اور بدحالی، انتشار و خلفشار، بدامنی و بے چینی اور اضطراب و اضمحلال کے باوجود تقریباً تیس برس تک تخت حکومت سے چمٹا رہا۔

نظام الملک آصف جاہ نے لہو و لعب اور رنگ رلیوں کے دلدادہ شہنشاہ کی توجہ کئی بار امور سلطنت کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی اور بادشاہ کے سامنے اصلاحات بھی پیش کیں لیکن روشن الدولہ جیسے نااہل امراء نے بھرے دربار میں نظام الملک کی تضحیک کی۔ ظفر خان نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"آپ نے دیکھا دکنی بندر کس طرح ناچتے ہیں۔"[۱۹]

یہ اشارہ نظام الملک کی طرف تھا چونکہ نظام الملک بہت مدبر، بہادر،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذی فہم اور دور اندیش تھا ۔ اس نے ان فقرہ بازیوں اور مضحکہ خیزیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے دکن جانے کا عزم صمیم کر لیا چنانچہ وہ ناامیدی اور بے زاری کی حالت میں ۱۷۲۹ء میں شکار کے بہانے دکن روانہ ہوگیا ۔ نظام الملک کے روانہ ہونے کے بعد دلی کی حالت مزید خراب ہوگئی ۔

محمد شاہ کے دور حکومت میں ہندوستان کے دور دراز صوبوں میں نیم خود مختار ریاستوں کا قیام عمل میں آیا ۔ دکن میں آصف جاہی حکومت کی داغ بیل ڈال دی گئی ۔ بنگال اور اودھ آزاد ریاستیں بن گئیں ۔ مرہٹوں ، جاٹوں ، روہیلوں اور راجپوتوں نے بھی اپنی نیم خود مختار حکومتیں قائم رکھیں ۔ خاص طور پر مرہٹوں اور جاٹوں کے ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ نے ہندوستان کے امن و سکون کو برباد کیا ہوا تھا ۔ محمد شاہی عہد میں چورامن کے چچا زاد بھائی سورج مل جاٹ نے بغاوتوں اور شورشوں کا طوفان بے تمیزی پیدا کیا ہوا تھا ۔ دلی خاص طور سے آفات و مصائب کا ہدف بنی ہوئی تھی لیکن محمد شاہ دلی میں غرق مے ناب ، عیش و عشرت اور رامش و رنگ میں ڈوبا ہوا صبح و شام سے بے خبر داد عیش لے رہا تھا ۔ اس وقت ”سلطنت مغلیہ ہر بڑی حد تک زوال آ چکا تھا ، بادشاہوں کے جمع کیے ہوئے خزانے خانہ جنگیوں کی بدولت خالی ہو چکے تھے ۔ سلطنت کے نظم و نسق میں ابتری مچی ہوئی تھی ۔ مال گذاری مشکل سے وصول ہوتی تھی ۔ عہدہ داروں کی تنخواہیں چڑھتی رہتی تھیں اور بادشاہوں کے بار بار بدلنے سے شاہی افسروں کی وفاداری میں فرق پڑنے لگا تھا ۔ خانہ جنگیوں اور راجپوتوں ، سکھوں ، جاٹوں اور مرہٹوں کے خلاف مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے پرانے امراء کا خاتمہ ہو گیا تھا ۔ نہ فوج میں کارگذاری کی لیاقت اور مستعدی باقی رہی تھی نہ اس کے سپہ سالاروں میں بہادری اور وفاداری ۔ بادشاہ سے لے کر ادنیٰ عہدے دار تک پورے حکمران طبقہ کی اخلاقی حالت خراب ہوگئی تھی ۔ ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی تھی ۔ سلطنت کی بہبودی کا کسی کو خیال نہ تھا ۔“[۲۰]

اس اندرونی خلفشار میں بیرونی طاقتوں نے بھی ہندوستان کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا ، جس میں نادر شاہی حملہ سرفہرست ہے ۔

نادر شاہی حملہ

نادر شاہ نے بلخ اور ہرات کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد غزنی اور کابل کا رخ کرتے ہوئے ان علاقوں کے کوتوال کو لکھا :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''میں جانتا ہوں کہ محمد شاہ کے ملک سے میرا کوئی تعلق نہیں لیکن چونکہ یہ سرحدیں میری مملکت میں پڑتی ہیں اور بہت سارے مغرور افغان جن میں تم بھی شامل ہو ، مجھ سے آن ملے ہیں - اس لیے میں مفسدوں کی پوری نسل کو روئے ارض سے پاک کر دینا چاہتا ہوں لہذا میری ذات سے تمہارا مشکوک یا خوفزدہ ہونا بے کار ہے - بہتر یہ ہے کہ تم اپنے مہمان کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دو ۔''٢١

لیکن انتہا یہ کہ نادر شاہ کے قاصدوں کو جواب سے محروم رکھا گیا - قندھار پر حملے کے دوران میں نادر شاہ نے یہ محسوس کیا کہ قندھار کے محاصرے کے باوجود بہت سے باغی کابل میں پہنچ کر پناہ لے رہے ہیں - علاوہ ازیں نادر شاہ نے محمد شاہ کو کئی خطوط لکھے کہ وہ افغانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن اس شاہ بے خبر کو اپنی رنگ رلیوں سے فرصت کہاں کہ وہ ان باتوں پر غور کرتا - نادر شاہ نے پیغام نہ پا کر پھر محمد شاہ کی طرف ایلچی روانہ کیے - باغیوں نے ان کو محمد شاہ کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا - نادر شاہ نے یہ سنا تو اس کے غیظ و غضب کی چنگاریاں ایک دم سے بھڑک اٹھیں۔اس نے شہر (کابل) کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا - کابل کے صوبہ دار ناصر خان نے ایک قاصد کو امداد طلب کرنے کے لیے دہلی بھیجا لیکن صمصام الدولہ خان دوران نے از راہ مذاق یہ کہتے ہوئے ٹال دیا : ''کہ اس دارالخلافہ کے مکانوں کی چھتیں بہت اونچی ہیں اور اتنی اونچی چھتوں پر سے یہاں کے شہری نادر شاہ اور اس کے قزلباشوں کو دور سے دیکھ سکتے ہیں ۔''٢٢

٢٦ نومبر کو نادر شاہ نے کابل کے گورنر کو جمرود کے مقام پر شکست دے کر پشاور پر قبضہ کر لیا - پیش قدمی کرتے ہوئے وہ وزیر آباد پہنچ گیا ، جہاں لاہور کے قریب گورنر لاہور زکریا خان نے مزاحمت کی مگر شکست کھائی - نادر شاہ نے لاہور سے چلتے ہوئے محمد خاں ترکمان (قاصد) کا حوالہ دے کر محمد شاہ کو دو تین بار پیغام بھیجا کہ وہ ایلچی جس کو پیغام دے کر روانہ کیا گیا تھا ، آخر کہاں ہے لیکن پھر بھی ان پیغامات کا کوئی جواب نہ دیا گیا - نادر شاہ ٢٢ فروری کو کرنال کے قریب پہنچ گیا تو انبالہ کے گورنر نے اسے روکنا چاہا مگر ناکام ہوا - ٢٣ فروری کو افواج نادر شاہ اور افواج شاہی کے درمیان عام جنگ کا آغاز ہوا - خان دوران مجروح ہونے کے باعث انتقال کر گیا - نظام الملک نے برہان الملک کی مدد کے لیے نہ تو خود حرکت کی اور نہ ہی اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افواج کا کوئی حصہ حرکت میں آیا نتیجۃً گھنٹوں کی جھڑپ کے بعد نظام الملک کی بے توجہی کی وجہ سے یا مغلیہ افواج کی کمزوریوں کے سبب محمد شاہ کو شکست ہوئی ۔ آخر کار دو کروڑ روپیہ تاوان جنگ ادا کرنے کے وعدے پر دونوں میں صلح ہوئی :

''تاوان جنگ وصول کرنے کے لیے نادر شاہ ، قیدی مغل تاجدار کو ہمراہ لے کر دہلی آیا ۔ بابر و اکبر کا یہ جانشین تخت رواں پر سوار نہایت خاموشی اور ذلت کے ساتھ اپنے دارالسلطنت میں داخل ہو رہا تھا ۔ صرف چند امراء سر جھکائے جلو میں تھے ۔''۲۳

۲۲ مارچ ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کے نام کا خطبہ جامع مسجد میں پڑھا گیا ۔ دوسرے دن غروب آفتاب کے وقت پورے شہر میں یہ افواہ آگ کی طرح پھیل گئی کہ نادر شاہ ایک قلماقنی عورت کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے ۔ نادر شاہ کی فوج کے سپاہی شہر کے چاروں طرف بغیر اسلحہ کے گشت کر رہے تھے ۔ شہر کے ارد گرد اس افواہ کا پھیلنا تھا کہ ہندوستانی مسلح دستے سڑکوں پر نکل آئے ۔ نادری سپاہی بغیر اسلحہ کے اور مقامی زبان سے بالکل ناواقف تھے ۔ اس لیے انھیں ذرا سا بھی شک نہ ہوا کہ ان کے خلاف کچھ ہونے والا ہے ۔ ہندوستانی مسلح دستے مفسدوں کے گشت و خون اور قتل و غارت گری میں مصروف ہو گئے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس بلوے میں نادر شاہ کے نو سو آدمی مارے گئے :

''علی الصبح ہنگامہ بہت زور پکڑ چکا تھا ۔ نادر شاہ سخت غیظ و غضب کی حالت میں قلعے سے برآمد ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر رفع فساد کے لیے چاندنی چوک کی طرف بڑھا ، جہاں بلوے کا زیادہ تر زور تھا ۔ راستے میں رات کے مرے ہوئے اپنے بہت سے سپاہیوں کی لاشیں دیکھ کر اس نے ایک مضبوط دستہ بلوا فرو کرنے کے لیے بھیجا ۔ ان کو حکم تھا دھمکی اور معمولی دباؤ سے کام لیں اور مجبوری کی حالت میں تلوار اٹھائیں ۔ امن پسند رعایا پر ہاتھ نہ اٹھے ۔ ان کی نرمی اور احتیاط کو دیکھ کر بلوائیوں کے حوصلے بڑھ گئے ۔ بے دھڑک بندوقیں سر کرنے اور تیر برسانے لگے ۔ نادر شاہ کوتوال کے چبوترے کے قریب روشن الدولہ کی مسجد میں چلا گیا اور غصے کو ضبط کیے بیٹھا واقعات کا مشاہدہ کرتا رہا ۔ کچھ بلوائی مسجد کے زینہ پر چڑھ آئے اور نادر شاہ پر اینٹ پتھر پھینکنے لگے ۔ اتنے میں کسی نے ایک مکان کے چھجے یا کھڑکی سے بندوق کا فائر کیا ۔ نادر بال بال بچا لیکن پہلو میں جو ایرانی سردار کھڑا تھا ، وہ ہلاک ہو گیا ۔ نادر شاہ غصے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بپھر گیا اور اسی وقت تلوار نیام سے نکال قتل عام کا حکم دے دیا۔ چشم زدن میں اس کے سپاہی چھجوں اور دیواروں پر چڑھ کر قتل و غارت میں مصروف ہوگئے۔ موت کا بازار گرم ہونے لگا۔ قلعے کے سامنے صرافہ اردو سے عیدگاہ تک تین کوس کے اندر ایک جانب چتلی قبر اور دوسری جانب تمبا کو منڈی اور مٹھائی کے پل تک خون کی بارش ہونے لگی اور لہو کے فوارے چھوٹنے لگے۔ ہر طرف تلواروں کی جھنکاریں، خچا خچ کی آوازیں اور آہ و زاری اور فریاد کی صدائیں تھیں۔ سڑکیں اور گلی کوچے دو طرفہ لٹ رہے تھے اور مکانوں سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ جو شخص جہاں ملا، سڑک یا گلی کوچے میں، مکان میں یا دوکان پر بلا امتیاز اس کے کہ وہ بڑا تھا یا چھوٹا، مرد تھا یا عورت تہ تیغ ہونے لگا۔ آدمیوں اور جانوروں میں تمیز نہ رہی۔"۲۴

یہ قتل عام آٹھ بجے سے شروع ہو کر شام تین بجے تک جاری رہا۔ کم از کم تیس ہزار افراد قتل کر دیے گئے۔ "عزت و ناموس کی خاطر دس ہزار عورتوں نے کنوؤں میں چھلانگ لگا کر جان دے دی۔ کچھ عورتیں دو تین دن بعد زندہ نکال لی گئیں۔ اس حملے سے جو جانی نقصان ہوا وہ اتنا اہم نہیں جتنا مالی نقصان۔ جس کی وجہ سے مغل حکومت کی شہ رگ سے خون رسنے لگا تھا۔"۲۵

نادر شاہ اپنے قلعے میں واپس آ چکا تھا۔ کسی کی اتنی جرأت نہ تھی کہ بے یار و مددگار لوگوں کی فریاد نادر شاہ تک پہنچائے۔ آخر بڑی ہمت سے محمد شاہ کی طرف سے نظام الملک اور قمر الدین خان نے نادر شاہ سے رحم کی درخواست کی۔ چنانچہ نادر شاہ نے قتل عام اور لوٹ کھسوٹ کی ممانعت کر دی۔ آگ بجھا دی گئی مگر شہر کا بیشتر حصہ نذر آتش ہو چکا تھا، پچاس ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور بلا امتیاز و تفریق مذہب لاشوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ قتل عام کے بعد نادر شاہ نے بے شمار زر و مال اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ نقد و جواہر، ظروف و لباس اور دیگر اشیاء ستر کروڑ روپے کی تھیں۔ اس کے علاوہ: "نادر شاہ ایک ہزار ہاتھی، سات ہزار گھوڑے، دس ہزار اونٹ ساتھ لے گیا اور ایک سو تیس خوش نویس اور کاتب، دو سو لوہار، تین سو راج اور بیل دار، سو سنگ تراش اور ڈیڑھ سو بڑھئی معقول تنخواہوں پر ملازم رکھ کر لے گیا۔"۲۶ اس طرح ایشیا کی سب سے بڑی دولت مند حکومت کے خزانے بالکل خالی ہو گئے۔

اس پر طرہ یہ کہ قتل عام کے بعد نادر شاہ نے اپنے بیٹے کی شادی بڑی دھوم دھام سے عالمگیر کی ایک پوتی سے کر دی۔ ستر کروڑ روپے کا سامان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مع تخت طاؤس لے کر واپس دہلی چلا گیا۔ پانچ مئی ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ، محمد شاہ کو تاج ہند واپس کر کے اپنے ملک روانہ ہو گیا۔

نادر شاہ کے دہلی سے کوچ کر جانے کے بعد ہندوستان کی رعایا ذہنی اور اخلاقی پستیوں میں گر چکی تھی۔ ''نادر شاہ کی روانگی سے اب تک یعنی ۲۲ جون تک سلطنت کے نظم و نسق کے متعلق نہ کوئی کام ہوا اور نہ ہی صلاح مشورے کی نوبت آئی۔ یہ حادثہ عظیم بھی جو قیامت کا نمونہ تھا، غرور و نخوت کے سرشاروں کو فراغت کی نیند، تساہل اور آرام طلبی کے خمار سے نہ جگا سکا۔ یہاں کسی کا دل صاف نہیں ہے۔ معمولی بول چال میں بھی بغض و حسد ہوتا ہے۔ قتل عام میں جن عمارتوں کو کم صدمہ پہنچا تھا، آباد ہو چلی تھیں باقی اسی حالت میں ہیں، اگر برسات سے پہلے مرمت نہ ہوئی تو زمین دوز ہو جائیں گی۔''[27]:

''مصائب نے تکلیفوں اور صدموں سے اہل شہر کے دل و دماغ پر بہت اثر کیا ہے۔ ان کی حالت عبرت ناک ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی عمل سفلی کے ذریعے ان کے ہوش و حواس مختل اور قویٰ معطل کر دیے ہیں اور زیادہ حیرت کا معاملہ یہ ہے کہ نادر شاہ کے جانے کے بعد ان لوگوں کی غیرت و حمیت یک لخت رخصت ہو گئی ہے کہ شاید مظالم اور ذلتیں برداشت کرنے اور نادر شاہ کے سپاہیوں کے گندے الفاظ اور وحشیانہ حرکتوں کا ہدف بننے کے اب تک چرچے ہوتے ہیں اور دوسروں کی مصیبتوں کا ذکر ہر صحبت میں اطمینان کے ساتھ مسرت آمیز الفاظ میں یا ظرافت کے پیرایہ میں بیان ہوتا ہے۔ مظلوموں اور ستم دیدہ و ستم رسیدہ مخلوق کی نقالیاں ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی ذلتیں اور مصیبتیں بالکل یاد نہیں رہیں۔ شہر کے اندر اور باہر بھی لاشوں کا تعفن ہے لیکن یہ لوگ کھلکھلا کر ہنستے ہنساتے پھرتے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نادر شاہ کی واپسی کا اُن کو ملال ہے کہ اب مزید رسوائیوں اور بربادیوں کے مشاہدوں کا موقع نہ ملے گا۔''[28]

ان کمزور بادشاہوں کی کمزوریوں اور نادانیوں کی رعایا کے لیے یہ پہلی سزا تھی کہ انہیں بے دردی اور سنگ دلی کے ساتھ کچلا گیا۔ نادر شاہ نے پورے ہندوستان اور خاص طور پر دلی پر ایسی کاری ضرب لگائی تھی کہ جس سے دلی ایک مدت تک نہ سنبھل سکی۔ بہار، اڑیسہ اور روہیل کھنڈ کے صوبے باغی تھے۔ مرکز (دلی) کا ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ تھا۔ سکھوں نے بھی تقریباً چالیس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برس کے بعد سر اٹھانا شروع کر دیا ۔ شاہراہیں غیر محفوظ اور قصبے اور گاؤں ویران ہوگئے تھے کیونکہ ملکی دولت اور خزانہ نادر شاہ لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا تھا اور جو تھوڑا بہت باقی رہ گیا تھا ، اس کو ختم کرنے کے لیے احمد شاہ ابدالی نے اپنے حملے شروع کر دیے ، جس سے ہندوستان اور اس کے عوام بالکل شکستہ حال ، نڈھال اور چور چور ہوگئے ۔

احمد شاہ ابدالی کے حملے

احمد شاہ ابدالی ہرات ، قندھار اور کابل کو فتح کرتا ہوا ہندوستان آ پہنچا ۔ جونہی محمد شاہ کو احمد شاہ ابدالی کی افواج کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کے مقابلے کے لیے ۱۹ جنوری ۱۷۴۸ء کو محمد شاہی افواج سرہند سے ماچھیواڑہ کی طرف بڑھیں مگر احمد شاہ نے لاہور سے لدھیانہ کا راستہ اختیار کیا اور سرہند پر قابض ہوگیا ۔ احمد شاہ ابدالی نے محمد شاہی افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے اس طریقے سے محاصرہ کیا کہ وزیر قمر الدین اس کا نشانہ بن گیا ۔ اس کے بعد صفدر جنگ نے فوج کی کمان سنبھالتے ہی احمد شاہ ابدالی کی افواج پر ہلہ بول دیا اور ہندوستانی افواج کو فتح نصیب ہوئی ۔

۱۳ اپریل ۱۷۴۸ءکو محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ (۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء) تخت نشین ہوا مگر وہ اپنے مختصر دور حکومت میں سازشی عناصر اور خود غرض مشیروں کا آلہ کار بنا رہا ۔ احمد شاہ نہ تو انتظام سلطنت کا کوئی تجربہ رکھتا تھا اور نہ ہی فوجی زندگی کا ۔ اس نے اپنا زیادہ تر وقت یا تو حرم کی عورتوں کے ساتھ رہ کر گذارا تھا یا اس کے قریب ترین لوگوں میں سے مخنث تھے ۔ طبیعت خام تھی اور مزاج میں شروع سے رنگینی ، نسائیت اور ابتذال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔ حکومت کے کاموں میں محمد شاہ کی بیوہ ، فرخ سیر کی بیٹی ملکہ زمانی اور نواب بہادر خاں خواجہ سرا کا بےحد عمل دخل تھا ۔ احمد شاہ ، جاوید خاں خواجہ سرا کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا ۔ وہ اسے جو رائے دیتا تھا ، احمد شاہ اسے بسر و چشم قبول کرتا تھا ۔ اول تو شاہ وقت عقل مندی کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تھا ۔ اگر کچھ سوجھ بوجھ اور عقل تھی تو وہ شاہد و شراب کی کثرت نے ختم کر دی تھی ۔ آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ”محل کے ایک ایک کونے تک سوائے خوش رو جوان عورتوں کے کسی مرد کی صورت بھی نظر نہ آتی تھی اور وہ تمام وقت ان ہی کے ساتھ باغوں اور مرغزاروں میں صرف کرتا تھا“[۲۹] ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادھم بائی طوائف (مادر احمد شاہ) کو نواب قدسیہ ، حضرت بیگم عالم ، صاحب الزمانی وغیرہ کے خطابات دیے گئے۔خواجہ سرا جاوید خان امور سلطنت سرانجام دیتا تھا۔ اس نے اپنے رذیل فرقے کے گھٹیا لوگوں کو بڑے بڑے مناصب عطا کرنے شروع کر دیے ۔ وہ ان پڑھ تھا اور کبھی کسی جنگ میں شریک نہ ہوا تھا لیکن ملکی اور جنگی مسائل اب وہی حل کرتا تھا ۔ امرائے سلطنت کو حکم تھا کہ وہ شہنشاہ کو خواجہ کی وساطت سے ملیں ۔ قدیم امراء نے اس رسوائی سے دربار میں آنا ترک کر دیا ۔ ادھم بائی اور جاوید میں گہرا گٹھ جوڑ تھا ۔ اس کے اوباش بھائیوں کو اہم مناصب دیے گئے ۔ احمد شاہ گڑیوں کے کھیل کھیلتا یا عورتوں کی صحبت میں وقت گذارتا : ”۱۷۵۳ء میں اس نے اپنے تین سالہ بیٹے کو پنجاب کا صوبے دار مقرر کیا اور لاہور میں ایک ایک سالہ بچے کو اس کا نائب بنا دیا ۔ یہاں دیوان خاص میں تین سالہ بچہ نذریں اور سلام لیتا اور اپنے نائب کے لیے لاہور میں تحفے تحائف بھیجتا ۔“[۳۰]

احمد شاہ نے ۱۷۴۹ء میں پھر حملہ کیا لیکن معین الملک صوبے دار پنجاب نے پنجاب کے چار محاصلوں کی تحصیل وصولی چودہ لاکھ روپے سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا اور نجات پائی ۔ ۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی نے تیسری بار حملہ کیا ۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنے کچھ مطالبات اپنے ایلچی کے ذریعے دلی روانہ کیے ۔ معین الملک نے ایسے حالات پیدا کیے کہ احمد شاہ ابدالی کو ناکام و نامراد لوٹنا پڑا مگر آدینہ بیگ کی غداری کے سبب احمد شاہ کو احمد شاہ ابدالی کے مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے پنجاب اور ملتان کے علاقے افغانستان کی حکومت کے حوالے کرنے پڑے ۔ احمد شاہ ابدالی ، معین الملک کو پنجاب کا گورنر مقرر کرکے خود کابل واپس چلا گیا ۔ صفدر جنگ کو پنجاب اور ملتان کے علاقے افغانوں کے سپرد کر دینے پر بہت تشویش تھی ، جس کی وجہ سے احمد شاہ اور صفدر جنگ کے درمیان تعلقات ناخوشگوار ہوگئے ۔ صفدر جنگ نے اس ذلت آمیز معاہدے کی تمام تر ذمہ داری احمد شاہ کے معتمد مقرب جاوید خان پر عائد کی ۔ آخر صفدر جنگ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا ، جس میں جاوید کو مدعو کرکے اسے خنجر مار کر ہلاک کر دیا ۔ اس کے بعد صفدر جنگ نے بغاوت کی تیاریاں شروع کر دیں ۔

مئی ۱۷۵۳ء میں مرکز میں وزراء کے درمیان خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا ۔ آصف جاہ نظام دکن کے پوتے امیر الامراء نوجوان غازی الدین خان عماد الملک کی صفدر جنگ سے رقابت شروع ہوگئی ۔ اسی دوران میں نواب وزیر صفدر جنگ نے سورج مل جاٹ کو اپنا حلیف بنا لیا اور عماد الملک نے مرہٹوں کو ، اس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاٹوں اور مرہٹوں کو مرکزی سیاست میں دخل حاصل ہوگیا۔ ''صفدر جنگ نے سورج مل جاٹ سے سازش کرکے پرانی دلی پر حملہ کر دیا اور تمام باشندگان شہر کو لوٹ لیا۔ ہزاروں گھروں کو بے چراغ کر دیا۔ اس ظلم و ستم کو مدت تک دھلی کے باشندے مرہٹہ اور پٹھان کے ساتھ ساتھ ''جاٹ گردی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں''۔۳۱

احمد شاہ نے شہر کے دروازوں کو بند کرکے جنگ توپ خانہ شروع کی۔ آخر طویل محاصرے سے تنگ آ کر فریقین (احمد شاہ اور صفدر جنگ) نے صلح کر لی۔ اس کے بعد سورج مل جاٹ کی شان و شوکت اور عظمت میں اضافہ ہوتا گیا۔ دہلی سے دو کوس کے فاصلے سے لےکر آگرہ کے آخر تک طول میں اور میوات کی حدود سے فیروز آباد اور شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل جاٹ قابض ہوگیا۔ مغلیہ حکومت کی کمزوری اور صفدر جنگ کی سازش نے جاٹوں کو دہلی پر حملہ کرنے کی ہمت دلائی۔ امراء کے آپس میں اختلافات اور غفلت نے جاٹوں کی شان و شوکت اور قوت میں اضافہ کر دیا۔ سورج مل جاٹ کا دہلی پر حملہ صفدر جنگ کی غداری اور ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا۔ اس کے بارے میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

''دہلی میں ایک حادثہؑ عظیم واقعہ ہوا۔ قوم جاٹ نے دہلی کے شہر کہنہ کو لوٹا اور حکومت اس فساد و شرارت کو رفع کرنے سے عاجز رہی۔ انھوں نے مال لوٹے، عزت و ناموس کو برباد کیا اور مکانات کو آگ لگائی۔ اللہ تعالی نے بمعہ اہل و عیال و مکانات کے ان کے دست ستم سے محفوظ رکھا۔ یہ لوٹ مار کا حادثہ اوائل رجب ۱۱۶۱ھ میں ہوا اور آخر شعبان تک باقی رہا۔''۳۲

اب دھلی آئے دن لوٹ مار کرنے والوں کا ٹھکانہ بن گئی تھی۔ ۱۷۵۷ء میں چوتھی بار احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت جلد لاہور اور سرہند کے علاقوں پر قابض ہوگیا۔ اس موقع پر عماد الملک نے جاٹوں اور مرہٹوں سے مدد طلب کی لیکن امداد نہ ملنے پر بہت مایوس اور پریشان ہوگیا۔ ۱۰ جنوری ۱۷۵۷ء کو احمد شاہ ابدالی اس شرط پر واپس جانے کے لیے تیار ہوا کہ اسے دو کروڑ روپیہ نقد دیا جائے۔ بادشاہ کی لڑکی سے اس کی شادی کی جائے اور سرہند تک سارا علاقہ افغانوں کے سپرد کیا جائے۔ اس خبر کو سن کر ساکنین دہلی نہایت مضطرب اور بے چین رہے۔ احمد شاہ ابدالی دھلی سے بالکل قریب تھا۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موقع پر نجیب الدولہ (روہیلہ سردار) احمد شاہ ابدالی سے ملا ہوا تھا ۔ اس لیے بھی بادشاہ اور اس کے وزیروں میں مقابلہ کرنے کی بالکل سکت نہ تھی ۔ عماد الملک نے خود غرضی اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دلی شہر کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا ۔ ۱۹ جنوری ۱۷۵۷ء کو نجیب الدولہ ، ابدالی سے مل کر مقابلے کے لیے سامنے آ گیا ۔ ۲۰ جنوری کو ابدالی کے صرف پانچ نسقچی شہر میں امن و امان بحال کرنے کے لیے داخل ہوئے اور بادشاہ کی موجودگی میں دھلی کی جامع مسجد میں احمد شاہ ابدالی کا خطبہ پڑھوایا گیا ۔

''ابدالی کا آنا ایسا تھا اور جانا بھی ویسا ہی ، دھلی سے فرید آباد تک گھر کے گھر بے چراغ تھے اور جابجا ننگی لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ۔ سورج مل جاٹ سے اسے پرخاش تھی ۔ اس نے بلبھ گڑھ چھین لیا اور متھرا میں داخل ہو کر قتل عام کا حکم دے دیا ۔ ہزاروں بے گناہ تہ تیغ ہوگئے اور مال و متاع ، ننگ و ناموس سب ہی غارت ہوگیا ۔ مکانات ڈھا دیے گئے ، ان میں آگ لگا دی گئی ۔ جو بچ گئے ، ان کو جبراً ایک لاکھ روپیہ ادا کرنا پڑا''۔۳۳

دلی صرف ابدالی اور اس کی افواج کے ہاتھوں ہی تباہ و برباد نہ ہوئی ''بلکہ احمد شاہ ابدالی کے بعد نجیب الدولہ نے غارت گری کی اور وہ بھی بہت سا خزانہ اور خوبصورت کنیزیں اپنے ساتھ لے گیا ۔ ہزاروں عورتیں اپنی جان بچانے کے لیے جمنا میں کود پڑیں اور بعض نے گھر کے کنوؤں میں گر کر جان دے دی''۔۳۴

۳ مارچ کو ابدالی نے عام لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا حکم دے دیا ۔ ''ابدالی کے مال غنیمت کا اندازہ نو کروڑ سے بارہ کروڑ تک لگایا گیا ہے ۔ اس سامان کو لے جانے کے لیے اٹھائیس ہزار اونٹوں ، ہاتھیوں ، خچروں اور گاڑیوں کی ضرورت پیش آئی ۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی گھوڑا اور گدھا ایسا نہیں جو افغانوں کو ملا ہو اور وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے گئے ہوں''۔۳۵

۱۷۵۴ء میں غازی الدین نے مرہٹہ سرداروں کے تعاون سے احمد شاہ کو تخت و تاج سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ معز الدین جہاندار شاہ کے پچپن سالہ بیٹے عزیز الدین کو عالمگیر ثانی کے لقب سے تخت نشین کیا ۔ اس وقت تک پنجاب کے گورنر معین الملک کا انتقال ہو چکا تھا۔احمد شاہ ابدالی نے پنجاب کا نظم و نسق اس کے شیر خوار بچے کے سپرد کر دیا ۔ نتیجۃ پنجاب افراتفری اور انتشار کا شکار ہوگیا ۔ غازی الدین پنجاب پر قبضے کے لیے عالمگیر ثانی کو ساتھ لے کر روانہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگیا۔ احمد شاہ ابدالی نے اس حملے کی اطلاع پاتے ہی فوراً لاہور کا رخ کیا۔ افغان فوجوں نے دلی کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ دلی کے قریب ہی غازی الدین، احمد شاہ ابدالی سے مل کر معافی کا طلب گار ہوا۔ احمد شاہ ابدالی نے عالمگیر ثانی سے ملاقات کے بعد ۲۸ جون ۱۷۵۷ء میں دہلی اور اس کے گرد و نواح میں قتل عام کا حکم دے دیا۔ اس کی فوجوں نے تین دن کے محاصرہ کے بعد دلی کے قریب جاٹوں کے قلعہ وابھ گڑھ کو بھی تسخیر کر لیا۔

بادشاہ نے احمد شاہ ابدالی کو عماد الملک غازی الدین کی خامیوں اور برائیوں سے آگاہ کیا تو وہ نجیب الدولہ کو بادشاہ کا منتظم مقرر کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ احمد شاہ ابدالی کے واپس جاتے ہی عماد الملک نے مرہٹوں کے سردار ہلکر راؤ کے ساتھ مل کر دہلی پر حملہ کر دیا۔ احمد شاہ ابدالی بھی اس سے بے خبر نہیں تھا۔ وہ دہلی سے چھ میل شمال مشرق میں واقع مقام ''لونی'' میں پہنچ گیا۔ یہاں اس کے دوسرے ساتھی حافظ رحمت خان، دوندے خان، نجیب الدولہ اور سعد اللہ خان بھی آ کر مل گئے۔ افغانوں نے مرہٹوں کا پیچھا کر کے ہزاروں سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عماد الملک اپنے حلیف مرہٹوں کی شکست کی خبر سنتے ہی بھرت پور واپس چلا گیا۔ بقول میر:

> ''اب دہلی میں نہ کوئی بادشاہ تھا نہ کوئی وزیر۔ اس کی حالت بیواؤں سے بھی زیادہ دکھیاری تھی۔ اس لیے درالیوں نے اسے خوب دل کھول کر لوٹا''۔۳۶

اسی دوران میں عماد الملک غازی الدین نے عالمگیر ثانی کے بدلتے ہوئے تیور دیکھے تو اسے ایک خدا رسیدہ بزرگ سے ملانے کے بہانے فیروز شاہ کوٹلہ بلوا بھیجا، جہاں اس کو قتل کرنے کے بعد اس کی برہنہ لاش کو جمنا کے کنارے ریتی پر پھینک دیا اور پھر بعد میں لاش کو لے جا کر ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد عماد الملک نے جہانگیر کے ایک پڑپوتے کو شاہ جہاں ثالث کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اگست ۱۷۵۹ء میں احمد شاہ ابدالی مرہٹہ سرداروں کو دھکیلتا ہوا قتل و غارت اور خونریزی کرتا ہوا دہلی کی طرف بڑھا اور وہاں خوب لوٹ مار مچائی۔ دہلی کی تباہی کا نقشہ میر تقی میر نے یوں کھینچا ہے:

> ''راجہ ناگر مل شام کو شہر سے چل کھڑے ہوئے اور سورج مل کے قلعوں میں حفاظت کے ساتھ پہنچ گئے۔ حفظ ناموس کے لیے میں شہر ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں رہا ۔ شام کے بعد منادی ہوئی کہ احمد شاہ ابدالی نے سب کو امان دے دی ہے ۔ رعایا میں سے کوئی پریشان نہ ہو لیکن تھوڑی سی رات گذری تھی کہ درانیوں نے ظلم شروع کر دیا ۔ شہر کو آگ لگا دی ۔ گھر جلا دیے ۔ اگلی صبح ، صبح قیامت تھی ۔ افغان اور روھیلے قتل و غارت میں مصروف ہوگئے ۔ انہوں نے مکانوں کے دروازے توڑ ڈالے ۔ لوگوں کی مشکیں کس دیں ۔ اکثر کو جلا دیا یا ان کے سر کاٹ لیے ۔ ایک عالم خاک اور خون میں مل گیا ۔ تین دن اور رات تک یہ ظلم جاری رہا ۔ درانیوں نے کھانے اور پہننے کی کوئی چیز نہ چھوڑی ۔ انھوں نے چھتیں ارر دیواریں توڑ ڈالیں اور لوگوں کے سینے زخمی کر دیے ۔ اعیان سلطنت فقیر ہوگئے ۔ وزیر و شریف عریاں، کتخدایاں بے خانمان، ان میں سے اکثر مصیبت میں گرفتار اور کوچہ و بازار میں رسوا تھے ۔ لوگوں کے بیوی بچے قید تھے اور قتل و غارت کا سلسلہ تھا کہ بلا روک ٹوک جاری تھا ۔ افغان ذلیل کرتے اور گالیاں دیتے تھے اور طرح طرح کے ظلم کرتے تھے ۔ جو چیز لوٹنے کی ملی لوٹ لی ۔ بعضوں نے تو ستر پوش تک نہ چھوڑے ۔ نئی دہلی یعنی شاھجہاں آباد خاک کے برابر ہوگئی ۔ اس کے بعد یہ بے رحم پرانی دہلی کی طرف متوجہ ہوئے اور افغانوں نے بے شمار لوگوں کو ہلاک کر ڈالا ۔ سات آٹھ دن تک یہی ہنگامہ رہا ۔ کسی کے گھر پہننے کے کپڑے اور ایک دن کے کھانے کا سامان نہ رہا ۔ مردوں کے سر پر ٹوپی اور دوپٹہ تک نہیں تھا ۔ ظالم ، لوگوں سے غلہ چھین لیتے اور غریبوں کے ہاتھ قیمتاً بیچتے ۔ مصیبت زدوں کی فریاد آسمان تک پہنچتی لیکن ابدالی کے کان پر جوں تک نہ رینگتی ۔ بہت سے لوگ دہلی چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے اور وہاں مر گئے ۔"۳۷

غازی الدین نے احمد شاہ ابدالی کے حملے سے خوف کھاتے ہوئے سورج مل جاٹ کے قلعہ میں پناہ لی ۔ جنوری ۱۷۶۰ء میں ابدالی ٹرنول پہنچ گیا ۔ مرہٹوں نے احمد شاہ ابدالی اور اس کی افواج کو ہراساں کرنے کی ناکام کوشش کی ۔ ۱۰ ۔ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو احمد شاہ ابدالی نے شاھجہاں سوم کو معزول کرکے اس کی جگہ عالی گوہر کے لڑکے جواں بخت کو تخت نشین کیا ۔

احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر یکے بعد دیگرے سات حملے کیے ۔ اس کا آخری حملہ ۱۷۶۰ء میں ہوا ۔ اب ہندوستان میں مرہٹوں کا غلبہ دن بدن ہوتا جا رہا تھا ۔ ان کے اس عروج کے پیش نظر نجیب الدولہ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند با اقتدار امراء نے احمد شاہ ابدالی سے اس بلائے عظیم کو روکنے کے لیے مدد کی درخواست کی ۔

احمد شاہ ابدالی نے یکم نومبر ۱۷۶۰ء کو پانی پت کے میدان میں ڈیرے ڈال دیے ۔ یہاں اڑھائی ماہ تک مرہٹوں اور احمد شاہ ابدالی اور اس کے ہندوستانی حلیفوں روہیلہ سردار نجیب الدولہ اور اودھ کے نواب وزیر شجاع الدولہ کے درمیان تاریخ کی ایک خونریز اور فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں آخرکار ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو مرہٹوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ بیشتر مرہٹہ سرداروں نے اپنے روایتی انداز جنگ سے ہٹ کر کھلے میدان میں جنگ کرنے کی مخالفت کی ۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑنے کی وجہ سے ان کی طاقت و قوت کو زبردست نقصان پہنچا ۔ بقول ہاشمی فرید آبادی :

''پائے تخت شاہ جہاں آباد پر خزاں چھائی ہوئی تھی ۔ شہر پناہ کے باہر بیسیوں محلے ، مضافات کی بستیاں کہ نجف گڑھ ، میر دلی ، فرید آباد تک بسی ہوئی تھیں ۔ قریب قریب ویران ، چراغ و شغال کے مسکن بن گئیں یا گوجر ، جاٹ ، میو ، جو ان پر ڈاکے ڈالتے تھے ، وہاں آ رہے ۔ نادر گردی ، ابدالیوں کی تاراجی ، جاٹوں ، مرہٹوں کی بار بار غارت گری میں ہزاروں شہری دوسری دنیا میں اور ان سے کہیں زیادہ پردیسوں میں جا کر بسے ۔ ایک گروہ کثیر بھاگ کر میوات کے باہر موضع کاماں میں سر کیاں ڈالے پڑا رہا ۔ جب نجف خان نے روہیلوں کو ہٹا کر بادشاہ کی طرف سے اپنا عمل دخل قائم کیا ۔ تب یہ خانہ خراب دوبارہ اپنے گھروں میں آئے ۔''[۳۸]

میر تقی میر پانی پت کی جنگ کے وقت راجہ ناگر مل کے ساتھ کمہیر میں تھے ۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد راجہ صاحب میر صاحب کے ساتھ ہی دوسرے رؤساء کی طرح ملازمت حاصل کرنے کے لیے دہلی چلے آئے ۔ میر نے وہاں دہلی کی ویرانی اور تباہی کی جو حالت دیکھی اس کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں :

''ایک روز شہر کو نکلا ۔ چلتے چلتے شہر کے ایک تازہ ویرانے میں پہنچا ۔ ہر قدم پر آبدیدہ ہوتا اور عبرت پکڑتا ، جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا میری حیرت بڑھتی گئی ۔ مکان پہچانے نہیں جاتے تھے ۔ مکینوں کا کہیں پتہ نہیں تھا ۔ مکان ٹوٹے ہوئے ، دیواریں بیٹھی ہوئیں ، خانقاہیں بے صوفی کے اور خرابات بے مست کے ویران پڑے تھے ۔''[۳۹]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احمد شاہ ابدالی ۱۷۶۷ء تک دہلی میں رہا ۔ افغانستان کی طرف واپسی سے قبل عالمگیر ثانی کے لڑکے عالی گوہر کو شاہ عالم ثانی کا لقب دے کر تخت نشین کرنے کا اعلان کر دیا تھا ۔ شاہ عالم اس وقت مشرق صوبہ جات میں انگریزوں کے ساتھ قسمت آزمائی کرنے میں مصروف تھا ۔ ابدالی نے عماد الملک کو وزارت اور نجیب الدولہ کو میر بخشی کا عہدہ دیا ۔ شاہ عالم کے الہ آباد میں قیام کے دوران میں اس کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ کسی طرح دہلی پہنچ کر اپنے آباء و اجداد کے تخت پر بیٹھے ۔ شاہ عالم بکسر کی لڑائی (۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء) میں انگریزوں کے ہاتھ آ گیا تھا ، جس پر ۱۷۶۴ء میں بنگال ، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی انگریزوں کے نام لکھ کر ان کی پنشن قبول کر لی ۔ وظیفے میں بے قاعدگی کی وجہ سے شاہ عالم انگریزوں سے بدگمان ہو گیا تھا ۔ ۱۷۷۱ء میں مرہٹوں سے سازباز بعد شاہ عالم دہلی میں واپس لوٹے ۔ اس وقت مرہٹوں ، جاٹوں اور سکھوں کے فتنے زوروں پر تھے ۔ ۱۷۷۴ء میں جب نجف خاں نے عہدہ وزارت سنبھالا تو اس تدبر اور سیاست کے باعث مغلیہ سلطنت نے ایک بار پھر پلٹا کھایا ۔ نجف خان نے جاٹوں اور سکھوں کی سرکوبی کرنے اور شمالی ہند میں مرہٹوں کو پے در پے شکستیں دینے کے بعد ان کے اثر کو بالکل ختم کر دیا ۔ ۱۷۸۲ء میں نجف خاں کی اچانک موت کے بعد پھر مغلیہ حکومت زوال پذیر ہونے لگی ۔

۱۷۸۲ء کے بعد غلام قادر روہیلے نے اپنے دوست اسماعیل بیگ ناظر کی وساطت سے دہلی دربار میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا شروع کر دیا ۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں نے مرہٹوں کے خلاف صف آرا ہونے کے لیے بادشاہ سے مزید رقم کا مطالبہ کیا تو بادشاہ کے حیل و حجت کرنے پر غلام قادر نے بادشاہ شاہ عالم کو اندھا کر دیا اور تخت سے معزول کرکے ایک اور مغلیہ شہزادہ داور بخش کو سریر آرائے سلطنت کیا لیکن غلام قادر کو مرہٹوں نے گرفتار کرکے زبردست سزا دی اور داور بخش کو تخت سے اتار کر شاہ عالم کو دوبارہ تخت نشین کیا ۔ ۱۸۰۳ء تک اندھا بادشاہ مرہٹوں کے رحم و کرم پر تھا ۔ ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے دہلی پر حملہ کرکے مرہٹوں سے شاہ عالم کو چھٹکارا دلایا ۔ یہاں تک کہ اکبر ثانی اور سراج الدین بہادر شاہ ظفر انگریزوں کے پنشنر کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۔

حواشی و حوالے

1. Stanley Lane Poole, Aurangzib. p. 38
2. S. V. Venkateswara, Indian culture through the ages. Vol. II, p. 184

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳- غلام حسین طباطبائی، سیر المتأخرین، جلد دوم، ص ۳۸۴
William Irvine, Later Mughal. Vol. I, p. 180

4. *Ibid.*

۵- غلام حسین طباطبائی، سیرالمتاخرین، جلد دوم، ص ۳۸۵، ۳۸۶

6. William Irvine, Later Mughals, Vol. I, p. 192

7. William Irvine, Later Mughals, Vol. 1, p. 195, 196

8. *Ibid.* p. 193

9. William Irvine, Later Mughals, Vol. 2 p. 253

۱۰- غلام حسین طباطبائی، سیر المتأخرین، جلد دوم، ص ۳۹۵

11. William Irvine, Later Mughal Vol. I. p. 254
غلام حسین طباطبائی، سیر المتأخرین، جلد دوم، ص ۳۹۵

۱۲- ایضاً

13. William Irvine, Later Mughals, Vol. I, p. 280

14. *Ibid.* p. 275

۱۵- سید محمد علی الحسینی، تاریخ راحت افزا، ص ۶۵

۱۶- مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ، ص ۱۶۱

17. William Irvine, Later Mughals, Vol. I, p. 390

۱۸- شعر میر تقی میر۔

۱۹- نظام الملک کا تعلق دکن سے تھا۔ اس لیے دکن کی مناسبت سے اس کی تضحیک کی گئی۔

20. Dr. Tara Chand, A short history of the Indian people, p. 295

۲۱- غلام حسین طباطبائی، سیر المتأخرین، جلد دوم، ص ۳۸۰، ۳۸۱

۲۲- ایضاً

23. J. N. Sarkar, Nadar Shah in India, p. 60.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۴- حسن عابد جعفری ، نادر شاہ ، ص ۱۰۱ ، ۱۰۲

William Irvine, Later Mughals, Vol. II, p. 367, 368

25. William Irvine, Later Mughal, Vol. II p. 369

۲۶- حسن عابد جعفری ، نادر شاہ ، ص ۱۲۳

۲۷- ایضاً ، ص ۱۲۵

۲۸- ایضاً ، ص ۱۲۱

29. Keene, Fall of the Mughal Empire, p. 29.

30. J. N. Sarkar, Fall of the Mughal Empire, Vol. 1. p. 331.

31. *Ibid*. p. 481, 482.

۳۲- خلیق احمد نظامی ، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ، ۱۵۹

۳۳- میر تقی میر ، حیات و شاعری ، ص ۱۵۹ ، ۱۶۰

34. J. N. Sarkar, Fall of the Mughal Empire, Vol. III, p. 102

۳۵- میر تقی میر ، حیات و شاعری ، ص ۱۶۱

۳۶- میر تقی میر ، ذکر میر ، ص ۸۸

۳۷- ایضاً ص ۸۵ ، ۸۶

۳۸- ہاشمی فرید آبادی ، تاریخ مسلمانان پاک و ہند ، جلد دوم ، ص ۵۵

۳۹- میر تقی میر ، حیات و شاعری ، ص ۱۸۳

۴۰- ایضاً

ماخذ

1. Stanley Lane Poole, Aurangzib and the decay of the Mughal Empire, Printed at Lucky Press. Ballimaran Delhi, 1905.

2. S. V. Venkatesware, Indian Culture through the ages, Printed at the bowering Press, Plymouth : Britain.

© rasailojaraid.com